محمد حنیف ندوی

قرآن حکیم اور اطاعتِ رسول

قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس میں تشریع و قانون کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان تمام بنیادی مسائل کو بیان کیا گیا ہے جو انسانی زندگی کے لیے ضروری ہیں:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل ۸۹)

اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی جس میں ہر شے کی وضاحت ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا (الانعام: ۱۱۴)

حالانکہ اس نے تمھاری طرف واضح المطالب کتاب بھیجی۔

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ (ہود: ۱)

الر۔ یہ کتاب وہ ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور خدائے حکیم و خبیر کی طرف سے بہ تفصیل بیان کر دی گئی ہیں۔

آئیے ان آیات کی رو سے دیکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کس درجہ ضروری ہے، اور آپ کے منصب یا فرائض کار میں کیا کیا چیزیں داخل ہیں تاکہ ہر مسلمان صحیح خطوط پر اپنی دینی زندگی کے نقشے کو ترتیب دے سکے، قرآن حکیم کے مطالب و معانی کو سمجھ سکے اور ان کو اپنی عملی زندگی میں سمو سکے۔ قرآن حکیم نے اس سلسلے میں دو انداز اختیار کیے ہیں۔ اکثر تو اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کو بھی ضروری ٹھہرایا ہے اور کہیں صرف رسول کی اطاعت و پیروی ہی کا ذکر کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دینی نقطۂ نظر سے قرآن کے پہلو بہ پہلو، اسلام اور فقہ و تقنین کا دوسرا سرچشمہ یا مصدر ثانی جس سے ایمان و عمل کے تقاضے مکمل ہوتے ہیں، سنتِ رسولؐ ہے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (آل عمران ۳۲)

کہہ دو کہ خدا اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر نہ مانیں تو خدا بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (آل عمران: ۱۳۲)

اور خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحمت کی جا سکے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (النساء: ۵۹)

مومنو! خدا اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف پیدا ہو تو اگر خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور رسول اور اپنے اولی الامر کے حکم کی طرف رجوع کرو، یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ (المائدہ: ۹۲)

اور خدا کی فرمانبرداری اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔ اگر منہ پھیر دوگے تو جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف پیغام کو کھول کر پہنچا دینا ہے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (الانفال: ۱)

اگر ایمان رکھتے ہو تو خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ (الانفال: ۲۰)

ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور اس سے روگردانی نہ کرو اور تم سن رہے ہو۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا (الانفال: ۴۶)

اور خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا ایسا کروگے تو بزدل ہو جاؤ گے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَي الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ (النور: ۵۴)

کہہ دیجئے کہ خدا کی فرمانبرداری کرو اور رسولِ خدا کے حکم پر چلو، اگر منہ موڑو گے تو رسول پر اس چیز کا ادا کرنا ہے جو ان کے ذمہ ہے اور تم پر اس چیز کا ادا کرنا ہے جو تمہارے ذمے ہے اور اگر تم ان کے فرمان پر چلوگے تو سیدھا رستہ پالوگے اور رسول کے ذمے تو صاف صاف احکامِ خدا کا پہنچا دینا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ (محمد: ۳۳)

مومنو! خدا کا ارشاد مانو اور پیغمبر کی فرمانبرداری کرو اور اپنے عملوں کو ضائع نہ ہونے دو۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (مجادلہ : ۱۳)

اور خدا اور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرتے رہو اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے باخبر ہے۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ (التغابن : ۱۲)

اور خدا کی اطاعت کرو، اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے۔

یہ وہ آیات ہیں جن میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان میں دونوں کی اطاعت و پیروی کو یکساں طور سے ضروری ٹھہرایا گیا ہے، یعنی جو اسلوب، انداز اور پیرایۂ اظہار اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اختیار کیا گیا ہے، بعینہٖ وہی نہج اور طریق اطاعتِ رسول کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔ اب ان آیات پر ایک نظر ڈالتے چلیے جن میں اطاعتِ رسول کو مستقل بالذات، اور منفرد دین کی اساس اور بنیاد قرار دیا گیا ہے۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء : ۸۰)

جو شخص رسول کی پیروی کرے گا تو بیشک اس نے خدا کی پیروی کی۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (النساء : ۶۴)

اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لیے بھیجا ہے کہ خدا کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (آل عمران : ۳)

لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (النور : ۶۳)

تو جو لوگ آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ ایسا نہ ہو ان پر کوئی آفت آپڑے یا تکلیف والا عذاب نازل ہو۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ (النساء : ۶۵)

آپ کے پروردگار کی قسم، یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو آپ فیصلہ کر دیں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے تسلیم کر لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔

یہ آیات اپنے مفہوم و معنی میں اس درجہ واضح ہیں کہ ہم نے ان کی تشریح و تفسیر کو غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا ہے، البتہ ان آیات سے جو نکات نکھر کر فکر و نظر کے سامنے آتے ہیں ان پر ایک نظر ڈال لینا چاہیے۔

(۱) اطاعتِ رسول، دین کی اتنی اہم اساس ہے کہ اس سے انکار کفر کا مستوجب ہے۔

(۲) اللہ کے رسول کی اطاعت رحمت الٰہی کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔

(۳) کسی بھی فقہی و دینی مسئلے میں اختلاف رائے کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۴) اللہ اور اس کے رسول کے پیغام پر ایمان کے تقاضے اسی وقت پورے ہو سکتے ہیں، جب کہ حضور کی اطاعت و فرمانبرداری کو حرزِ جان بنایا جائے۔

(۵) اطاعتِ رسول کی روگردانی سے حبطِ اعمال کا اندیشہ ہے۔

(۶) رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے مترادف ہے۔

(۷) ہر پیغمبر اسی لیے مبعوث ہوا ہے کہ لوگ اس کے نقش قدم پر چلیں۔

(۸) محبتِ الٰہی صرف ایسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ آنحضرت کے ارشادات و اعمال کی پیروی کی جائے۔

(۹) جو لوگ آپ کی تعلیمات کی مخالفت میں سرگرم ہیں، ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

(۱۰) ایمان اس وقت تک تکمیل پذیر نہیں ہوتا جب تک آنحضرتؐ کے احکام و اوامر کو پورے اخلاص سے تسلیم نہ کیا جائے۔

رہا یہ سوال کہ قرآن نے آنحضرتؐ کے منصب اور فرائضِ کار کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے، تو اس کو سمجھنے کے لیے نامناسب نہ ہوگا کہ پہلے تصورِ نبوت سے متعلق ان خیالات و افکار کا اختصار کے ساتھ ذکر کر دیا جائے جو یکسر ملحدانہ اور غلط ہیں۔ بات یہ ہے کہ اس موضوع میں اصل اشکال یہ ہے کہ نبوت کا مسئلہ خالص دینی ہے اور جب اس کو حل کرنے کے لیے عقل و خرد کی واماندگی پر اعتماد کیا جائے گا تو اس سے لازماً نبوت کی عظمت و حقیقت پر روشنی نہ پڑ سکے گی اور نہ یہ بات واضح ہو سکے گی کہ انبیا کی تعلیمات میں، جو ایک طرح کا توافق اور ارتقا و تسلسل پایا جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ جس طرح سائنس کے مسائل کو غیر سائنسی اصولوں کی روشنی میں حل نہیں کیا جا سکتا، ٹھیک اسی طرح وہ مسائل جن کا تعلق خالصتہً دین سے ہے، ان کو

غیر دینی وسائل و ذرائع کے بل بوتے پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ لیکن اس کا کیا کیجیے، بعض لوگوں نے اس کے باوجود اسرارِ نبوت تک پہنچنے کی ناکام کوشش کی۔ مثلاً کچھ لوگوں نے اسے کہانت کی ترقی یافتہ شکل قرار دیا، حالانکہ نبوت اور کہانت میں کوئی مماثلت نظر نہیں آتی۔ جن لوگوں نے عربی ادبیات میں کاہنوں کے منقولہ اقوال کا مطالعہ کیا ہے، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جہاں ارشاداتِ انبیا میں حکمت و دانائی اور رشد و ہدایت کے موتی ضوفگن ہیں، گہرائی اور عمق ہے، وہاں کہانت میں ڈھلے ڈھلائے، بے معنی اور سطحی جملوں کے سوا کوئی چیز پائی نہیں جاتی۔ کاہن کو انبیا و رسل سے وہی نسبت حاصل ہے جو ذرہ کو آفتاب سے۔ ان کے اقوال میں نہ صحت و بصیرت کی کوئی جھلک ہے، نہ زندگی کے مسائل سے متعلق کوئی پیغام و دعوت کا نظام پایا جاتا ہے، نہ اخلاق کو سنوارنے کی تعلیم ہے، اور نہ اللہ تعالیٰ سے رشتۂ عبودیت استوار کرنے کا کوئی طریق مذکور۔ کیونکہ یہ ساری چیزیں انبیا ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔

بعض حضرات نے کہا کہ نبوت اس شدید احساس و تاثر کا نتیجہ ہے جو معاشرے میں فکر و نظر کی گمراہیوں کو دیکھ کر ایک ذہین اور حساس مصلح انسان کے دل میں ابھرتا ہے۔ ہم اس امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ معاشرے میں مروجہ برائیوں کے خلاف، اصلاح کا جذبہ بعض حضرات کو اس حد تک مجبور کر دے کہ وہ ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے پر آمادہ ہو جائیں لیکن ان کے لیے یہ کیا ضرور ہے کہ وہ اپنے کو فرستادہ تصور کرنے لگیں اور اپنے خیالات و افکار کو وحی و تنزیل کا نتیجہ قرار دیں۔

نبوت کی ایک توجیہ نفسیات کے ماہرین نے یہ بیان کی ہے کہ یہ ایک نوع کی ذہنی بیماری ہے۔ اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص جو ذہنی و فکری لحاظ سے عدم توازن کا شکار ہے متوازن، معقول اور قابلِ عمل نظامِ حیات پیش کر سکے، اعلیٰ اخلاقی و روحانی قدروں کو بیان کر سکے، تہذیب و تمدن کے سانچوں کو ترتیب دے سکے، اور ان تمام گتھیوں کو سلجھا سکے، جن سے معاشرہ دوچار ہے۔ یہی نہیں، خود بھی ایسی پاکیزہ اور بلند زندگی بسر کر سکے، جو دوسروں کے لیے نمونے کی حیثیت رکھتی ہو۔

نبوت کے بارے میں یہ ان لوگوں کی توجیہات تھیں جو ادیان کی صداقت اور سچائی پر یقین نہیں رکھتے اور محض ظن و تخمین کی بنا پر یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ کچھ لوگ

ایسے بھی ہیں جو دینی ذہن رکھتے ہیں، لیکن اس کے باوصف انھوں نے ٹھوکر کھائی ہے اور اس مسئلے کی تہ تک نہیں پہنچ پائے۔ مثال کے طور پر بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ نبوت ولایت ہی کے اس مقام سے متعلق ایک حقیقت ہے جہاں پہنچ کر مجاہدہ و ریاضت سے سالک کا قلب اس لائق ہو جاتا ہے کہ اس پر وحی و تنزیل کی تجلیات کا انعکاس ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں نبوت اور ولایت میں جو فرق ہے وہ نوعیت کا نہیں، درجے کا ہے۔

ہمارے نزدیک نبوت کی یہ متصوفانہ تعبیر اس وجہ سے غلط ہے کہ قرآن حکیم سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو پاتا کہ منصب نبوت سے بہرہ مند ہونے سے پہلے ہر نبی نے سلوک و معرفت کی وہ تمام منزلیں طے کی ہوں، جن کی صوفیا نے نشان دہی کی ہے۔ مزید برآں اس سے عقیدۂ ختم نبوت کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ نبوت کسبی ہے وہبی نہیں۔ یعنی اگر آج بھی کوئی شخص تعلق باللہ کی اس منزل تک رسائی حاصل کر لے جس کو معرفت و سلوک کی اصطلاح میں آخری منزل کہا جا سکتا ہے تو وہ نبوت و رسالت کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہو سکتا ہے۔ حالانکہ کوئی بھی صحیح العقیدہ مسلمان اس کا قائل نہیں۔ نبوت و ولایت میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ نبی وحی و تنزیل کے ذریعے جن حقائق تک رسائی حاصل کرتا ہے وہ تمام تر معروضی ہوتے ہیں اور ولی کے قلب و ذہن پر جو نقوش مرتسم ہوتے ہیں وہ موضوعی ہوتے ہیں اور ان کا تانا بانا، معاشرے کے حالات، اقدار اور تعلیم و تربیت کے اسلوب و نہج سے تیار ہوتا ہے، اور ان میں جو تھوڑی بہت معروضیت پائی جاتی ہے، وہ بھی صاف اور واضح نہیں ہوتی بلکہ تعبیر طلب ہوتی ہے۔ ان نقوش و تاثرات کو ہم کشوف تو کہہ سکتے ہیں، وحی نہیں۔ کشوف کی شرعی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ سالک کے ذاتی تجربات ہیں۔ لہٰذا ہر حال میں ان کی صحت کا معیار یہ ہے کہ آیا یہ کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق ہیں یا نہیں۔ جس طرح ایک مجتہد کا استدلال و استنباط صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی، اسی طرح کشوف میں بھی خطا و صواب دونوں کا امکان موجود ہے، بلکہ علامہ ابن تیمیہ کی زبان میں یہ کہنا چاہیے کہ کشف بھی ایک طرح کے اجتہاد ہی سے تعبیر ہے۔

دینی حلقوں میں ایک نہایت محدود اور بے حد غلط مغالطہ ایسا بھی ہے جو نبوت و وحی کو اس سے زیادہ اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی تنزیل کے لیے کسی شخص کو منتخب

کر لیتا ہے تاکہ وہ اس کتاب کے متن اور الفاظ و حروف کو من و عن لوگوں تک پہنچا دے، لیکن اس کے اقوال و تشریحات اور عمل و کردار کے لیے ضروری نہیں کہ وہ بھی وحی و تنزیل کا نتیجہ ہوں۔ لہٰذا حجت و استدلال کا جہاں تک تعلق ہے اس کا سرچشمہ صرف وہ کتاب ہوگی جو اس پر نازل ہوئی ہے۔ پیغمبر کا عمل اور ارشادات نہیں۔ ان کے نقطۂ نظر سے پیغمبر کی حیثیت محض مبلغ اور شارح کی ہے شارع کی نہیں۔ ان کے ہاں ہر دور کے اہلِ علم کو یہ حق ہے کہ وہ حالات کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اپنے طور پر کتاب اللہ کی تشریح کریں، شرح و تفسیر کے سانچوں کو ڈھالیں، دین کی جزئیات اور تفصیلات کو متعین کریں، اور لوگوں کی رہنمائی کا فرض انجام دیں۔

نبوت و رسالت کا یہ گمراہ کن تصور در اصل اس مفروضے پر مبنی ہے کہ وحی الٰہی کا دائرہ صرف کتاب اللہ تک سمٹا ہوا ہے اور اس کی وسعتیں اور ضو فشانیاں نبی کے اعمال اور ارشادات کو متاثر نہیں کرپاتیں۔ حالانکہ وحی ایسا عمل ہے جو پیغمبر کی پوری زندگی کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہے۔ اس لیے پیغمبر دینی حقائق کی تبیین و تشریح کے ضمن میں جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں وہ منشاء الٰہی کی پوری پوری ترجمانی ہوتی ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى ۝ (النجم: ۳، ۴)

اور وہ کوئی بات خواہش نفس سے منہ سے نہیں نکالتا، وہ تو وحی الٰہی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ (احزاب: ۲۱)

تمھارے لیے پیغمبرِ خدا کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

اللہ کی اطاعت اور رسول کی متابعت کو دو مختلف اور متضاد نمونوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ یہ ایک ہی حقیقت کے دو مختلف اظہار یا پرتو ہیں۔ اللہ تعالیٰ کتب و صحائف کے ذریعے معاشرے کے مسائل کا حل نازل فرماتا ہے اور رسول اپنے عمل، کردار اور تشریحات سے وحی و تنزیل ہی کی روشنی میں ان کو عملی جامہ پہناتا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ براہ راست وحی کو علما کی اصطلاح میں وحی جلی کہا جاتا ہے اور اسی کی روشنی اور تاثیر کو وحی خفی۔ اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغمبر کو بھیجا گیا ہے مگر اس پر کوئی متعین کتاب نہیں نازل کی گئی، لیکن اس کے باوجود اس کی پیروی کو ضروری ٹھہرایا گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ پیغمبر کی ذات بجائے خود حجت و دلیل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

ہر نبی نے اپنے دور میں کتاب اللہ کی پیروی کے پہلو بہ پہلو اپنی پیروی کی بھی دعوت دی اور لوگوں سے کہا کہ اگر تم نجاتِ اخروی کے طالب ہو تو ہمارے نقشِ قدم پر چلو۔

حضرت نوح نے فرمایا:

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ؕ (الشعراء: ۱۰۹، ۱۱۰)

میرا صلہ تو خدائے رب العالمین ہی پر ہے تو خدا سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو۔

حضرت ہود نے کہا:

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۚ (الشعراء: ۱۲۶)

میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں، تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

حضرت صالح کا ارشاد ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۚ (الشعراء: ۱۴۴)

سو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

حضرت لوط کا کہنا ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۚ (الشعراء: ۱۶۳)

سو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

حضرت شعیب نے اسی پیرایۂ بیان میں بن کے رہنے والوں سے فرمایا:

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۚ (الشعراء: ۱۷۸، ۱۷۹)

میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں سو خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

حضرت مسیح نے ان الفاظ میں بنی اسرائیل کو اپنی بعثت کے مقصد سے آگاہ کیا:

قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَ لِاُبَیِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۝ (الزخرف: ۶۳)

میں تمہارے پاس دانائی لے کر آیا ہوں، نیز اس لیے کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو، تم کو سمجھا دوں۔

آئیے! اب یہ دیکھیں کہ ان توجیہات و تصورات کے مقابلے میں قرآن حکیم نے نبوت کا کیا تصور

پیش کیا ہے۔ ہم پوری ذمہ داری سے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن حکیم نے واضح اور غیر مبہم انداز میں اس حقیقت کی پردہ کشائی کی ہے کہ رسالت و نبوت کا تعلق یکسر فیضانِ ربوبیت سے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے یوں ہی نہیں چھوڑ دیا ہے کہ عقل و خرد کی وادیوں میں بھٹکتا پھرے، بلکہ انبیاء و رسل کو بھیج کر اس کی رہنمائی کی ہے:

قَالَ رَبُّنَا الَّذِيٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝ (طٰہٰ: ۵۰)

(موسیٰ نے) کہا ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی، پھر راہ دکھائی۔

اس لیے کہ انسانی عقل و تجربہ بہر حال محدود و ناقص ہے، اس میں یہ استعداد نہیں پائی جاتی کہ وحی و تنزیل کی روشنی سے بے نیاز رہ کر تہذیب و تمدن کی گتھیوں کو کامیابی سے سلجھا سکے، اور اپنے لیے ایسی راہِ عمل کا تعین کر سکے جس پر گام فرسا ہو کر یہ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر سکے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ طریق رہا ہے کہ ہر دور میں تسلسل کے ساتھ ایسے اشخاص منتخب کر کے مبعوث فرمائے، جو ذہنی، اخلاقی اور روحانی طور سے اس طرح کامل ہوں اور اس لائق ہوں کہ انسان کو ضلالت اور گمراہی کی پستیوں سے نکال کر رشد و ہدایت کے فرازوں تک پہنچا سکیں۔ قرآن حکیم میں ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۭ (الانعام: ۱۲۴)

اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کسے منصبِ نبوت سے نوازے۔

نبوت و رسالت کی ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کی جاتی ہیں تاکہ یہ لوگ خیر و خوبی کے قافلوں کو آگے بڑھا سکیں اور شر اور برائی کے قلع قمع کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو سکیں۔ اس مضمون کو قرآن نے متعدد مقامات پر بیان کیا ہے، جس سے یہ بات نکھر کر فکر و نظر کے سامنے آجاتی ہے کہ نبوت و رسالت کا تعلق اللہ کی تدبیر اور نظامِ ربوبیت سے ہے۔ انسانی ماحول، معاشرے، استعداد، یا مجاہدہ و ریاضت سے نہیں۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ (البقرہ ۲۱۳)

پہلے تو سب لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا، لیکن وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے تو خدا نے ان کی طرف بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے پیغمبر بھیجے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ (آل عمران: ۱۶۴)

خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا۔

اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لیے انبیا کے لیے رسل کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَ اَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمْ رُسُلًا (المائدہ: ۷۰)

ہم نے بنی اسرائیل سے عہد بھی لیا اور ان کی طرف پیغمبر ارسال کیے۔

آنحضرت کے بارے میں خصوصیت سے ارشاد فرمایا:

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا (الفتح ۲۸)

وہی ذات تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے اور حق ظاہر کرنے کے لیے خدا ہی کافی ہے۔

اسی نظام ربوبیت کی آخری کڑی آنحضرت کی ذات گرامی ہے اور آپ کے فرائض کار میں تین چیزیں داخل ہیں:

۱۔ تعلیم و تبلیغ

۲۔ تزکیہ۔۔۔ اور

۳۔ تبیین

جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بیک وقت معلم و مبلغ بھی ہیں، اور کتاب اللہ کے شارح اور مفسر بھی۔ تعلیم و تبلیغ سے مراد یہ ہے کہ آپ امت کو دین کے بنیادی حقائق سے آگاہ کریں، اس کے ذہنی افق کو بلند کریں، اور فکر و نظر کی صلاحیتوں کو اس طرح جلا دیں کہ خدا کی کائنات اور انسان سے متعلق امت ان تمام معلومات سے بہرہ مند ہو سکے جس پر کہ تہذیب و تمدن کا ارتقا و تعمیر منحصر ہے۔

تزکیہ سے یہ مقصود ہے کہ آپ اپنے روحانی فیوض اور اسوۂ حسنہ سے امت کے اخلاق و کردار کو سنواریں، ان میں انسانی فرائض کا احساس پیدا کریں۔ ہمدردی، محبت اور تعاون و خیرسگالی کے جذبات کی پرورش کریں اور یہ بتائیں کہ انفرادی و اجتماعی سطح پر تقویٰ، پرہیزگاری اور تعلق باللہ کو

منزلوں کو کیونکر کامیابی سے طے کیا جا سکتا ہے۔

تبیین کے معنی یہ ہیں کہ قرآن حکیم میں فرائض و اعمال کے بارے میں جو کچھ بھی مذکور ہے اس کی وضاحت اپنے قول و عمل سے کریں۔ اور جہاں جہاں بھی تشریح طلب اوامر و احکام مذکور ہیں وہاں ان کی تشریح کریں اور امت کو پوری پوری تفصیلات سے آگاہ فرمائیں۔ مثلاً یہ کہ مسلمانوں پر شب و روز میں کتنی نمازیں فرض ہیں، قیام، رکوع اور سجود میں کیا پڑھنا چاہیے۔ مناسکِ حج کیا کیا ہیں۔ نکاح، طلاق اور بیوع یا معاملات سے متعلقہ آیات کا کیا مفہوم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب اور فرائضِ کار کے بارے میں ہم نے جو تجزیہ پیش کیا ہے اس کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے:

كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْكُمْ ءَايَٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا۟ تَعْلَمُونَ ۝ (البقرہ: ۱۵۱)

منجملہ اور نعمتوں کے جس طرح ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور تمھیں پاک بناتے اور کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ (المائدہ: ۶۷)

اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے سب کا سب پہنچا دیجیے۔

يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ (المائدہ: ۱۵)

اے اہلِ کتاب تمھارے پاس ہمارے پیغمبر آگئے ہیں کہ جو کچھ تم کتابِ الٰہی میں سے چھپا رکھتے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمھیں کھول کر بتا دیتے ہیں۔

وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ (النحل: ۴۴)

اور ہم نے آپؐ پر کتاب نازل کی ہے تاکہ جو ارشادات لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر کھول کر بیان کر دیں اور تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُۥ ۝ (القیمٰہ: ۱۹)

پھر اس کے (یعنی قرآن) کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔

قرآن حکیم نے جس طرح تصورِ نبوت و رسالت کو نکھارا اور بیان کیا اور جس انداز سے آنحضرتؐ کی اطاعت و اتباع کو ضروری ٹھہرایا، اسی کا یہ نتیجہ اور فیض تھا کہ مسلمانوں نے ہر دور میں نہ صرف آپؐ کے نقوش قدم کی پیروی کی سعادت حاصل کی بلکہ ان نقوش کو اُجاگر بھی کیا، اور ان کی حفاظت و صیانت کا اہتمام بھی کیا۔

مطالعۂ قرآن

مولانا محمد حنیف ندوی

اس کتاب میں مولانا ندوی صاحب نے قرآن سے متعلق ان تمام مباحث و مسائل پر محققانہ اظہارِ خیال کیا ہے، جن سے نہ صرف قرآن فہمی میں خصوصیت سے مدد ملتی ہے، بلکہ اس کتابِ ہدیٰ کی عظمت بھی نکھر کر فکر و نظر کے سامنے آجاتی ہے۔ مزید برآں اس سے قرآن کے علوم و معارف اور دعوت و اسلوب کی معجزہ طرازیوں پر بھی تفصیل سے روشنی پڑتی ہے۔ اس کتاب میں مولانا نے زرکشی کی البرہان اور سیوطی کی اتقان کے تمام جواہر ریزوں کو اپنے مخصوص شگفتہ اور حکیمانہ انداز میں جمع کر دیا ہے اور مستشرقین کے اٹھائے ہوئے ان اعتراضات کا تسلی بخش جواب بھی دیا ہے، جو قلب و ذہن میں شکوک و شبہات ابھارنے کا موجب ہو سکتے ہیں۔ غرض اسے قرآنی فکر و تصور کے بارے میں ایسا انسائیکلوپیڈیا کہنا چاہیے جس میں وہ ساری بحثیں اور مضامین سمٹ آئے ہیں جن کی دورِ حاضر کو ضرورت ہے۔

قیمت: بیس روپے۔

ملنے کا پتا

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ لاہور